***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Historical Discussions in the Hadith Commentaries of Shaykh Muhammad Zakariyya Kandhlawi: An Analytical and Critical Study

شیخ زکریا کاندھلویؒ کے شروح حدیث اور تاریخی مباحث: ایک تحقیقی جائزہ

Dr Muhammad Inamullah
Lecturer Islamic Studies, Abbottabad University
inam@aust.edu.pk
Muhammad Waliullah
Principle Jamia Zakaria Battagram
walimadani90@gmail.com
Muhammad Sanaullah
Lecturer Islamic Studies Hazara University Battagram Campus
sanahazarwi992@gmail.com

Absrtact
This study aims to examine and critically analyze the historical discussions presented in the Hadith commentaries of Shaykh Muhammad Zakariyya Kandhlawi, one of the prominent Hadith scholars of the Indian subcontinent. His scholarly contributions to Hadith literature extend beyond the explanation of prophetic traditions and include significant discussions on Islamic history, the biographies of narrators and scholars, historical events, prominent personalities, and the development of Islamic scholarship. These discussions provide valuable insights into the historical dimensions of Hadith interpretation and its relationship with the broader Islamic intellectual tradition.
The study focuses on identifying and analyzing the historical material incorporated into his major Hadith commentaries, examining his sources, research methodology, and approach to presenting historical narratives. It also investigates how he employs historical references to explain Hadith texts, clarify their context, and establish connections between prophetic traditions and significant events in Islamic history. Furthermore, the research evaluates the scholarly significance, critical approach, and historical reliability of the material discussed in his commentaries. Through an analytical and critical methodology, this study seeks to highlight the contribution of Shaykh Muhammad Zakariyya Kandhlawi to the integration of historical knowledge into Hadith scholarship.

Keywords: *Muhammad Zakariyya Kandhlawi, Hadith Commentaries, Historical Discussions, Islamic History, Hadith Scholarship, Historical Narrations*

حضرت شیخ الحدیث مولانا مضمد زکریا کاندھلویؒ کے ذوق علم و فن کا اصل میدان حدیث اور علوم حدیث تھا، مگر تاریخ و تحقیق کے بھی ذوق آشنا رہے جس کی بین دلیل فن تاریخ میں آپؒ کی چند مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تالیفات ہیں، جن میں چند کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ حکایات صحابہ
2۔ مشائخ چشت
3۔ احوال مظاہر العلوم
4۔ الوقائع والدھور
5۔ المؤلفات والمؤلفین
6۔ احوال مظاہر العلوم
7۔ نظام مظاہر العلوم
8۔ مجدد دین ملت
9۔ آپ بیتی

ان کتابوں میں آپ بیتی، مشائخ چشتیہ، احوال مظاہر العلوم اور حکایات صحابہ مطبوع ہیں باقی غیر مطبوعہ ہیں، ان کتابوں کا مختصر تعارف اپنے اپنے مقام پر پیش کیا جاچکا ہے،

چونکہ شیخ صاحب فن حدیث کی طرح تاریخ کے میدان کے شہسواروں میں سے بھی تھی اس لیے حدیث کی تشریح کے دوران متعلقہ تاریخی مباحث بھی اہتمام سے ذکر کرتے ہیں، ذیل میں آپؒ کا تاریخی منہج واضح کرنے کیلئے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

مثال 1: تحویل قبلہ کہاں ہوا اور کب ہوا؟ کس نماز کے دوران ہوا؟ شیخ صاحبؒ نے اس واقعہ کو حدیث کی مختلف شروحات میں تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے اور راجح قول کی تعیین بھی کی ہے، جس کا خلاصہ ہے:

:ایک قول یہ ہے کہ تحویل قبلہ مسجد نبوی میں ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ بنو سلمہ میں ہوا اور پھر دونوں میں دو دو قول ہیں، ایک یہ کہ ظہر کی نماز میں تحویل ہوئی، دوسرا قول یہ ہے کہ عصر کی نماز میں ہوئی، حضرت گنگوہی کا قول لامع میں[1] یہ ہے کہ تحویل ظہر کی نماز میں ہوئی، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ تحویل کے بعد مسجد بنی سلمہ میں آپ ﷺ نے پہلی نماز ظہر کی پڑھی ہے اور مسجد نبوی میں عصر کی نماز پڑھی ہے[2]، ابن کثیرؒ کہتے ہیں[3] کہ آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف پہلی نماز عصر کی پڑھی ہے اس وجہ سے اہل قباء کو خبر فجر کی نماز میں پہنچی، جبکہ مؤطا کی روایت میں ہیں کہ "بینما الناس بقباء فی صلاۃ الصبح اذ جائھم آت فقال ان رسول اللہ ﷺ قد انزل علیہ اللیلۃ

[1]۔ گنگوہی، علامہ رشید احمد، المتوفی ۱۳۲۳ھ، لامع الدراری، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ 1/583، 585

[2]۔ ابن حجر، حافظ احمد بن علی عسقلانی، فتح الباری، دار الفکر بیروت (۱۹۹۲)۔ 1/97

[3]۔ ابن کثیر، إسماعیل بن عمر الدمشقي (ت 774ھ)، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامي بن محمد سلامۃ، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، 1420ھ-/1999م، 8 أجزاء، 1/193

قرآن، وقد امر ان یستقبل القبلة فاستقبلوها"[4](لوگ قباء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن میں آیت اتری ہے جس میں حکم دیا ہے کہ قبلہ کی طرف نماز پڑھو، پس قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو)[5]،

شیخ صاحب یہ تمام تاریخی روایت لکھنے کے بعد ان میں تطبیق کر کے لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ تحویل مسجد نبوی میں ظہر اور عصر کے درمیان ہوئی اور حضور اقدس ﷺ نے عصر کی نماز بیت اللہ کی طرف منہ کر کے ادا فرمائی، ایک آدمی قبیلہ بنو سالم میں گزرا، اس نے ان کو خبر دی کہ قبلہ اب بدل گیا وہ لوگ اسی وقت بیت اللہ کی طرف پھر گئے، پھر دوسرے دن قبا میں نماز فجر میں دوسرے صحابہ کو خبر ہوئی، بنو سلمہ میں اسی دن عصر کی نماز میں تحویل قبلہ کی خبر اس وجہ سے پہنچ گئی کہ وہ مدینہ ہی کا ایک محلہ ہے اور قباء مدینہ سے باہر ہے"[6]،

شیخ صاحب کے مندرجہ بالا تفصیل سے رایات میں تطبیق بھی ہو گئی اور مؤطا کی روایت کا جواب بھی دیدیا گیا جس کی مزید تفصیل اوجز المسالک میں موجود ہے[7]،

مثال 2: تحویل قبلہ کے مہینے کی تعیین کے سلسلے میں شیخ صاحب لکھتے ہیں:

"وفی الخمیس:[8] فی نصف الشعبان یوم الثلثاء، حولت القبلة کما قاله ابن حبیب، وقیل فی رجب، وقال ابن حجر فی الفتح[9]: کان التحویل فی نصف شهر رجب علی الصحیح وبه جزم الجمهور (تاریخ خمیس کے مطابق تحویل قبلہ 15 شعبان کو پیر کے دن ہوا ہے، جیسا کہ ابن حبیب نے کہا ہے، اور کہا گیا ہے کہ رجب میں ہوا ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق تحویل 15 رجب کو ہوئی ہے اور اسی پر جمہور نے بھی اعتماد کیا ہے)"[10]

مثال 3: تاریخی مباحث بیان کرتے وقت شیخ صاحب بعض اقوال پر نقد بھی کرتے ہیں، اور پھر اپنی رائے پیش فرمادیتے ہیں، اسی طرح اگر کہیں کوئی اشکال آتا ہو تو اس کو بھی دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مثلا:

"باب اداء الخمس من الایمان" میں وفد عبد القیس کے متعلق لکھتے ہیں:

"محدثین و مورخین کی رائے ہے کہ یہ وفد عبد القیس سنۃ الوفود میں 9ھ کے درمیان آئے، اور میری رائے یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد سے حجۃ الوداع کے سال تک کسی دوران آئے"[11]،

---

[4]۔ مؤطا امام مالک، حدیث 445

[5]۔ زکریا، شیخ الحدیث۔ المتوفی ۱۴۰۲، الابواب والتراجم لصحیح البخاری، مرکز الشیخ ابی الحسن علی ندوی، مظفر گڑھ، انڈیا، 1/392

[6]۔ محمد زکریاؒ، شیخ الحدیث۔ المتوفی ۱۴۰۲ھ، تقریر بخاری شریف، مکتبۃ الشیخ بہادر آباد کراچی، 1/144، حاشیہ لامع الدراری 1/585

[7]۔ مولانا زکریا، شیخ الحدیث۔ المتوفی ۱۴۰۲ھ، اوجز المسالک الی مؤطا امام مالک، مرکز الشیخ ابی الحسن علی ندوی، مظفر گڑھ، انڈیا، 4/186

[8]۔ تاریخ خمیس 1/267

[9]۔ فتح الباری 1/97

[10]۔ اوجز المسالک 4/189

[11]، تقریر بخاری 1/155

ایک اعتراض اور اس کا حل

اب یہاں اشکال ہے کہ غزوۃ الفتح کے بعد تو اللہ تعالی نے اسلام کا بول بالا کر دیا تھا اور قبائل کے قبائل آکر مسلمان ہو رہے تھے پھر اس وفد عبد القیس کے یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ یارسول اللہ انا لانستطیع ان نأتیك الا فی الشهر الحرام وبیننا وبینك هذا الحی من کفار مضر (یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے پاس سوائے اشہر حرم کے نہیں آسکتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ کفار مضر کا قبیل حائل ہے) جو مکہ اور مدینہ آتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے اور لوٹ مار کرتا ہے، تو اعتراض یہ ہے کہ جب قبائل کے قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام کا ڈنکہ بج رہا تھا تو ان کی مخالفت قبیلہ مضر سے کس طرح باقی رہ گئی تھی؟ اس کا جواب دیتے ہوئے شیخ صاحب لکھتے ہیں:

"اس کا جواب یہ ہے کہ وفد عبد القیس حضور اکرم ﷺ کے دربار میں دو مرتبہ آیا، ایک 8ھ کے درمیان فتح مکہ سے قبل، اور دوسرا 9ھ کے درمیان، تو یہ واقعہ جو اس حدیث میں مذکور ہے وہ 8ھ کا ہے نیز اس میں جو سوالات پوچھے گئے ہیں وہ بھی 8ھ ہی کے ہیں، یہاں پر چونکہ مقصود صرف احکامات کو بتلانا ہے اس لیے اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ یہ بھی بتلایا جائے کہ یہ کس سن کا واقعہ ہے"[12]۔

مثال 4: قصہ تعریس کے بارے میں روایت مختلف ہیں اس وجہ سے محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ واقعہ حضور ﷺ کی زندگی میں ایک بار پیش آیا ہے یا متعدد بار پیش آچکا ہے، آپؒ اس سلسلے میں روایت مختلفہ ذکر کر کے تاریخی اقوال وآثار سے تطبیق کی کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اختلف مشائخ الحدیث فی ان قصة التعریس وقعت للنبی ﷺ مرة او تعددت لما اختلفت الروایات فیها جدا، ففی روایة حین قفل من خیبر کما تقدم، اخرجه مسلم وابوداؤد وابن ماجه ایضاً، وفی الصحیحین وابی داؤد عن عمران وابی قتادة (کنا فی سفر) بالابهام، وکذا عند ابی داؤد عن عمر بن امیه ایضاً، وفی مسلم وابی داؤد عن ابن مسعود (اقبل ﷺ من الحدیبیة لیلاً) ویاتی من مرسل زید بن اسلم بطریق مکة، ولعبدالرزاق من مرسل عطاء، والبیهقی عن عقبة بن عامر، والطبرانی عن ابن عمر وکان بطریق تبوك (قصہ تعریس کے بارے میں مختلف روایات کی وجہ سے محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ واقعہ حضور ﷺ کی زندگی میں ایک بار پیش آیا ہے یا متعدد بار پیش آچکا ہے، ایک روایت میں ہے کہ خیبر سے واپسی کے وقت پیش آیا جسے مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے، جبکہ صحیحین اور بوداؤد کی روایات میں ابہام ہے کہ ہم سفر میں تھے، اور اسی طرح ابوداؤد میں عمر ابن امیہ کی روایت بھی ہے، جبکہ مسلم اور ابوداؤد میں ایک روایت ابن مسعود کی ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت رات کو ہوا ہے، اسی طرح زید بن اسلم کی مرسل روایت ہے کہ مکہ کے راستے میں ہوا ہے، جبکہ عبد الرزاق کی مرسل روایت کے مطابق جو عطاء سے ہے، اور بیہقی کی روایت جو عقبہ بن عامر سے ہے، اور طبرانی کی روایت جو ابن عمر سے ہے، کے اندر یہ ہے کہ تبوک کے راستے میں پیش آیا ہے)"[13]،

مندرجہ بالا تاریخی روایات ذکر کرنے کے بعد شیخ صاحبؒ نے ان میں مختلف اقوال وآثار کی روشنی میں تطبیق کی بھی کوشش کی ہے، جس کا خلاصہ ہے:

---

[12]۔ تقریر بخاری 1/155

[13]۔ اوجز المسالک 1/316

"ابن عبد البرؒ[14] نے ان روایت میں تطبیق کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ زمانہ خیبر، حدیبیہ کے زمانے کے قریب ہے اور اس پر طریق مکہ یعنی مکے کے راستے کا اطلاق بھی ہوتا ہے، اصیلی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صرف ایک بار پیش آیا ہے، جبکہ علامہ نووی اور قاضی عیاضؒ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ متعدد بار ہوا ہے کیونکہ احادیث اس بارے میں مختلف ہیں، اور علامہ سیوطیؒ نے بھی کہا ہے کہ جمع بین الروایت کی صرف ایک صورت ہے کہ اس کو متعدد بار مانا جائے"[15]،

آپؒ کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے، چنانچہ اپنی رائے کی تائید میں علامہ عینیؒ کے حوالے[16] سے ابو بکر ابن العربیؒ کا قول پیش کرتے ہیں:

"وقال ابوبکر ابن العربی ثلاث مرات: احداها روایة ابی قتادة لم یحضرها ابوبکر وعمر. والثانیة حدیث عمران حضراها. والثالثة حضرها ابوبکر وبلال رضی الله عنهما. قاله العینی. والیهما لالرزقانی (ابو بکر ابن العربیؒ کہتے ہیں کہ تین مرتبہ پیش آیا ہے، ایک مرتبہ ابو قتادہ کی روایت ہے جس میں ابو بکر و عمر حاضر نہیں تھے، دوسری دفعہ عمران کی حدیث کے مطابق پیش آیا ہے جس میں یہ دونوں حاضر تھے، تیسری مرتبہ جب پیش آیا تو ابو بکر اور بلال حاضر تھے، یہ عینیؒ نے کہا ہے اور اسی طرف زرقانیؒ کا بھی رجحان ہے)"[17]۔

مثال 5: مؤطا امام مالک کے "**باب صلاة الخوف**" میں صلاۃ الخوف کے متعلق تاریخی ابحاث تفصیل کیساتھ بہترین انداز میں بیان کیے ہیں، اور مختلف کتب حدیث و تاریخ سے استفادہ بھی کیا ہے، جس کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

"پہلی بحث اس میں ہے کہ صلاۃ الخوف کب مشروع ہوا؟ علامہ عینیؒ کہتے ہیں[18] کہ صلاۃ الخوف کا حکم کب نازل ہوا اس میں اختلاف ہے، ابن سعد وغیرہ کے نزدیک پہلی دفعہ صلاۃ الخوف غزوۃ ذات الرقاع میں پڑھی گئی ہے، پھر اس میں اہل سیر کا اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کب ہوا؟ بعض کے نزدیک 4ھ میں ہوا ہے، جبکہ 5ھ، 6ھ اور 7ھ کے اقوال بھی منقول ہیں، ابن اسحقؒ کے نزدیک یہ غزوہ جمادی الاولیٰ کے مہینے میں ہوا ہے، اسی ابن عبد لابر کے نزدیک بھی 4ھ میں جمادی الاولیٰ کے مہینے میں ہوا ہے، زیلعی کہتے ہیں کہ واقدی نے اپنی سند سے حضرت جابر سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلی دفعہ صلاۃ الخوف غزوۃ ذات الرقاع میں پڑھی ہے اور اس کے بعد عسفان میں پڑھی ہے اور دونوں غزوات کے درمیان میں چار سال کا عرصہ ہے، واقدی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ روایت دوسروں کی نسبت زیادہ

---

[14]۔ حافظ ابن عبد البر، الاستذکار 1/329، قاہرۃ، 1393ھ۔ ابن عبد البر، التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید، 6/386، الرباط، 1402ھ۔

[15]۔ اوجز المسالک 1/316

[16]۔ حوالہ بالا 1/317

[17]۔ حوالہ بالا 1/317

[18]۔ العيني، بدر الدين محمود بن أحمد (ت 855ھ)، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، بيروت: دار إحياء التراث العربي، (د.ت). 3/255،

صحیح ہے[19]،نوویؒ نے بھی شرح مسلم میں کہاہے کہ آپ ﷺ نے صلاۃ الخوف پہلی مرتبہ ذات الرقاع میں پڑھی ہے[20]،ابن قیمؒ کہتے ہیں[21] کہ آپ ﷺ سے صلاۃ الخوف پہلی مرتبہ غسفان میں پڑھی ہے اور کہاہے کہ ذات الرقاع،غسفان کے بعد ہواہے اور تفصیل کے ساتھ اپنے قول کو راجح قرار دیاہے اور اسی طرف فتح الباری میں[22] ابن حجرؒ کا بھی میلان ہے،قسطلانیؒ نے شرح البخاری میں لکھاہے[23] کہ صلاۃ الخوف کا حکم 6ھ میں نازل ہوا،اکمال کمال المعلم شرح مسلم میں ہے[24] کہ غزوۃ ذات الرقاع نجد میں غطفان کی زمین پر 5ھ میں ہواہے"[25]،

آگے مختلف اقوال کی روشنی میں اس کی تاریخی حیثیت پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

مثال6: "کتاب صلاۃ الجماعۃ" میں باجماعت نماز کے آغاز پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جماعت کی مشروعیت کی ابتداء میں اختلاف ہے کہ کہاں پر آغاز ہواہے؟ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ مدینہ میں مشروع ہواہے،جبکہ بعض کہتے ہیں کہ مکہ میں آغاز ہواہے،اور صحیح یہی ہے کہ اس کا آغاز مکہ میں ہی ہواہے اور دلیل جبرائیلؑ کا معراج کی صبح آپ کیساتھ نماز پڑھنا ہے اور صحابہ کا پڑھناہے،اسی طرح آپ ﷺ کا حضرت خدیجہ اور حضرت علی کیساتھ نماز پڑھنا بھی ایک دلیل ہے،لیکن اس پر مواظبت آپ ﷺ نے مدینہ میں فرمائی ہے،اسی وجہ سے کہاجاتاہے کہ جماعت کی مشروعیت مدینہ میں ہوئی ہے،اور مکہ میں صحابہ کرام مشرکین کی تسلط کی وجہ سے گھروں میں نماز پڑھتے تھے"[26]۔

مثال7: کتاب العیدین میں نماز عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے آغاز پر بہترین کلام کیاہے،جس کا خلاصہ ہے:

"ابن حبان کے نزدیک آپ ﷺ نے پہلی مرتبہ عید کی نماز 2ھ میں پڑھی ہے اور یہ وہی سال ہے جس مین شعبان کے مہینے میں رمضان کی فرضیت آئی تھی،حضرت سہارنپوریؒ نے بھی بذل المجھود میں نماز عید کی فرضیت 2 ھ میں لکھی ہے،اور یہی شرح الاحیاء،الانوار الساطعۃ اور مرقاۃ[27] میں بھی ہے،جبکہ در مختار اور بحر الرائق میں لکھاہے کہ 1ھ میں فرض ہوئی ہے،میرے نزدیک پہلا قول

---

[19]۔ الزيلعي، جمال الدين عبد الله بن يوسف (ت762ھ)، نصب الراية لأحاديث الهداية، تحقيق: محمد عوامة، بيروت: مؤسسة الريان، 1418ھ-/1997م، 2/248

[20]۔ النووي، أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف (ت676ھ)، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1392ھ.، 6/128

[21]۔ ابن قيم الجوزية، محمد بن أبي بكر (ت751ھ)، زاد المعاد في هدي خير العباد، تحقيق: شعيب الأرناؤوط وعبد القادر الأرناؤوط، بيروت: مؤسسة الرسالة، 1415ھ-/1994م.، 3/225

[22]۔ فتح الباری 7/423

[23]۔ 1. إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري

القسطلاني، أحمد بن محمد بن أبي بكر، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، مصر: المطبعة الكبرى الأميرية، 1323ھ۔، 2/702

[24]۔۔ اکمال کمال المعلم 2/444

[25]۔ اوجز المسالک 4/5 تا 7

[26]۔ اوجز المسالک 36

[27]۔ بذل المجھود 6/158

زیادہ راجح ہے کیونکہ اس پر تمام جمہور متفق ہیں، اور ان دونوں اقوال مین تطبیق اس طرح بھی ممکن ہے کہ تمام سلف تاریخ کو ہجرت کے بعد آنے والے محرم کے مہینے سے شمار کرتے ہیں"[28]۔

مثال8: کتاب الوحی میں ہرقل کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" 31 سال حکومت کی ہے اور آپ کی دور حکومت میں آپ ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا ہے اور ان کو قیصر کالقب دیا تھا، اسی طرح روم کے کے ہر بادشاہ کو قیصر کہا جاتا ہے جیسا کہ فارس کے بادشاہ کو کسریٰ اور حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی، ترک کے بادشاہ کو خاقان، قبط کے بادشاہ کو فرعون، مصر کے بادشاہ کو عزیز اور حمیر کے بادشاہ کو تبع کہا جاتا ہے"[29]۔

ہرقل کے اسلام میں بھی مورخین کا شدید اختلاف ہے کہ آیا وہ مسلمان تھا یا نہیں؟ شیخ صاحبؒ ایک دوسری جگہ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واختلف فی اسلام هرقل،فالجمهور علی انه آثر الملك علی الایمان وقد غزا موتة سنة ثمان من الهجرة ،و کتب الیه النبی من تبوك ولم یسلم ،وذهب بعضهم منهم صاحب الاستیعاب:انه اسلم ولم یظهره للخوف علی نفسه(ہرقل کے اسلام میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک آپ نے حکومت کو ایمان پر ترجیح دی تھی اور 8ھ میں غزوہ موتہ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ آپ نے لڑی تھی، اور بعض کہتے ہیں جن میں صاحب الاستیعاب بھی ہیں کہ آپ ایمان لائے تھے لیکن جان کی خوف کی وجہ سے اس کو ظاہر نہیں کیا تھا"[30]۔

مثال9: ایک دوسری جگہ ہرقل کے متعلق لکھتے ہیں:

"وهل هو الذی فتح علیه فی زمن عمر؟ قیل نعم وقیل بل هو حفیده(آیا یہ وہی ہے جس پر حضرت عمر کے دور میں انہوں نے فتح حاصل کی تھی؟ کہا گیا ہے کہ وہی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے وہ ان کا پوتا تھا)"[31]

مثال10: حدیث ہرقل کی تشریح میں صلح حدیبیہ اور اس کے بعد کے واقعات بھی مختلف روایات وآثار کی روشنی میں تفصیل کیساتھ ذکر کیے ہیں، جس کا خلاصہ ہے:

"نبی کریم ﷺ کا جو زمانہ مکی زندگی کا گزرا ہے وہ تیرہ برس ہے اور نہایت شدت و سختی اور بہت ہی اذیتوں کا زمانہ ہے، اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا، صحابہ کرام اور آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ پہنچ گئے، اور پھر اذن للذین یقاتلوں بانھم ظلموا۔۔۔الآیۃ کے ذریعے سے مدافعانہ جہاد کی اجازت نازل ہوئی، بدر، احد، احزاب، خندق وغیرہ یہ تمام جہاد اسی وقت ہوئے، 6ھ میں آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں عمرہ کی غرض سے داخل ہوئے، چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا خواب وحی ہوا کرتا ہے اس لئے صحابہ کو بڑی خوشی ہوئی، چنانچہ آپ

---

[28]۔اوجز المسالک 3/606

[29]۔لامع الدراری 1/514

[30]۔حاشیہ لامع الدراری 1/ 514

[31]۔الابواب والتراجم 1/308

ﷺ 6ھ میں عمرہ کے واسطے تشریف لے گئے، حدیبیہ پہنچ کر کفار نے عمرہ کرنے سے روک دیا۔۔۔۔۔۔"[32] اس کے بعد مکمل واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے،

مثال 11: چونکہ شیخ صاحب کی عادت ہے کہ جب کوئی فقہی مسئلہ یا واقعہ ذکر کرتے ہیں تو اس کے تمام متعلقات ذکر کرتے ہیں، چنانچہ صلح حدیبیہ کے واقعات ذکر کرنے کے بعد دوسرے تاریخی واقعات بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں، ذیل میں اس کا صرف خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

"6ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد حضور اقدس ﷺ کو اہل مکہ سے جب امن ملا تو آپ ﷺ دوسروں کی طرف متوجہ ہوئے، سب سے پہلے ان یہود کو نکالا جنہوں نے حضور ﷺ کے خلاف غزوہ بدر واحزاب میں کفار کی مدد کی تھی اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی تھیں ،اسی میں محرم 7ھ کے اندر غزوہ خیبر واقع ہوا، اسی زمانے میں آپ ﷺ نے اقطار ارض میں مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی والا نامہ جات بھیجے، انہی میں ایک والا نامہ قیصر روم کے نام تھا جس کو حضور اقدس ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی کی معرفت اخیر ذی الحجہ میں بھیجا تھا جس کو حضرت دحیہ ابتدائے محرم میں لے کر پہنچے تھے، اس حدیث کے اندر اسی خط کا تذکرہ ہے، ہرقل روم کا بادشاہ تھا اور یہ نصرانی اہل کتاب میں سے تھا، ان کی لڑائی فارس کے بادشاہ سے ہوئی تھی وہ ایک مرتبہ غالب آگئے اور اہل روم مغلوب ہوگئے اسی کا ذکر قرآن پاک میں آلم غلبت الروم فی ادنی الارض میں ہے۔۔۔۔۔۔الخ"[33]۔

مثال 12: حضور اقدس ﷺ نے کتنے عمرے کیے تھے اور کب کیے تھے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، شیخ صاحبؒ نے بخاری کے "باب کم اعتمر النبی ﷺ " میں آپ ﷺ کے عمروں کی تاریخ بہترین طریقے سے بیان کی ہے، طوالت کی ڈر سے یہاں صرف خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

"اس میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کتنے عمرے کئے، بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چار عمرے فرمائے اور یہی راجح ہے، سب سے پہلا عمرہ حدیبیہ ہے جو 6ھ میں ہوا، جس میں نبی کریم ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کثیرہ کیساتھ عمرہ کی غرض سے مکہ کو چلے، حدیبیہ میں قیام فرمایا، جب کفار مکہ نے روکا تو اس پر صلح ہوئی کہ آئندہ سال کریں اور اس سال واپس چلے جائیں، اس کے بعد آئندہ سال 7ھ میں دوسرا عمرہ ہے جس کو حنفیہ عمرۃ القضاء اور شافعیہ عمرۃ القضیۃ کہتے ہیں، تیسرا عمرہ، عمرہ جعرانہ ہے جو 8ھ میں ہوا جبکہ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے بعد طائف وحنین سے فارغ ہو کر مدینہ کو واپس ہو رہے تھے تو جب جعرانہ میں آئے تو واپس مکہ کو لوٹے کیونکہ اس کے بعد پھر مکہ سے راستہ دور ہوتا جارہا تھا، اور عمرہ کر کے رات ہی میں جعرانہ واپس آگئے، 10ھ میں وہ عمرہ ہے جو آپ ﷺ نے حج کیساتھ فرمایا"[34]،

چونکہ بعض رویات میں ہے کہ آپ ﷺ نے چار عمرے کیے ہیں اور بعض میں ہے کہ تین کیے ہیں، آپؒ نے اس تعارض کو کچھ اس طرح ختم کیا ہے:

---

[32]۔ تقریر بخاری 1/98

[33]۔ تقریر بخاری 1/100، 99

[34] حوالہ بالا، 4/166

"جن روایات میں چار عمروں کا ذکر ہے انہوں نے ان چاروں کو مستقل شمار کیا ہے، اور بعض روایات میں صرف تین عمروں کا ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یا تو عمرہ حدیبیہ ساقط کر دیا ہے کیونکہ وہ پورا ہی نہیں ہوا تھا یا عمرہ جعرانہ کو ساقط کر دیا ہے کیونکہ بعض لوگوں کو خبر ہی نہیں ہوئی کہ آپ نے عمرہ فرمایا ہے یا نہیں، اور بعض روایات میں صرف دو عمروں کا ذکر ہے اس میں عمرہ حدیبیہ کو اس کے ناقص ہونے کی وجہ سے اور عمرہ حج کو حجکے تابع ہونے کی وجہ سے ساقط کر دیا ہے"[35]،

مثال 13: روزوں کی فرضیت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے "باب وجوب صوم رمضان" کی شروع میں فرماتے ہیں: حضرت آدمؑ پر ہر مہینے میں تین دن روزے اور یہودیوں پر عاشوراء کا روزہ فرض تھا، رمضان کے روزوں سے پہلے ہر ماہ میں تین دن روزے رکھنا فرض تھا، اور حنفیہ کے نزدیک فرضیت رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ فرض تھا جو فرضیت رمضان کے بعد منسوخ ہو گیا، ائمہ ثلاثہ اور امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ رمضان سے پہلے کوئی روزہ فرض نہیں تھا"[36]

مثال 14: "باب فضل مکة وبنیانها" میں بیت اللہ شریف کی تعمیر کی پوری تاریخ ذکر فرمائی ہے[37]۔

مثال 15: "باب غزوة ذات الرقاع" کے ضمن میں اس واقعہ کے وقوع کا زمانہ متعین کیا ہے اور اس سلسلے میں ابن اسحاق، واقدی، موسیٰ بن عقبہ اور ابن حبان کے اقوال سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے[38]۔

مثال 16: "باب غزوة الرجیع۔۔۔" میں میں شیخ صاحبؒ نے سفر ہجرت کے دوران آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر سے متعلق تمام ابحاث بہترین انداز میں ذکر کیے ہیں، اور طبقات ابن سعد سے خصوصی استفادہ کیا ہے[39]۔

مثال 17: "باب وجوب الزکوٰة" میں ابتداء زکوٰۃ کی تاریخ تفصیل سے بیان کی ہے اور مختلف کتب حدیث و تاریخ بالخصوص تاریخ ابن الاثیر سے زیادہ استفادہ کیا ہے[40]۔

مثال 18: "باب قتل حمزة بن عبد المطلب" کی تشریح میں طعیمہ بن عدی بن جبیر کا نسب نامہ اور مکمل تاریخ بیان کی ہے اور نقشے سے اس کی وضاحت فرمائی ہے[41]۔

مثال 19: "باب ما یذکر فی المناولہ" میں سریہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس سریہ کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ 2ھ کے اندر حضرت عبد اللہ بن جحش کو حضور پاک ﷺ نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کو خط دیا، اور فرمایا کہ جب تم مدینہ سے دو منزل دور ہو جاؤ تو اس خط کو کھول کر اپنی جماعت کو سنا دینا، اس خط میں یہ تحریر تھا کہ ایک مقام جس کا

---

[35]۔ تقریر بخاری 4/167

[36]۔ حوالہ بالا

[37]۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے مولانا زکریا، شیخ الحدیث۔ المتوفی ۱۴۰۲ھ، الکنز المتواری، مؤسسة الخلیل الاسلامی فیصل آباد، 8/124

[38]۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے الکنز المتواری، 15/210

[39]۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے الکنز المتواری، 15/182

[40]۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے الکنز المتواری 7/330

[41]۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے الکنز المتواری، 15/146

نام بطن نخلہ ہے وہاں تم لوگ چلے جاؤ اور قریش کی خبر کی تحقیق کر کے لاؤ، اس خط کو آپ ﷺ نے مدینہ سے باہر کھولنے کا حکم اس لیے دیا کہ تھا کہ مدینے کے اندر جاسوس اور منافقین بہت کثرت سے تھے، اگر خط کا مضمون مدینہ پاک ہی میں معلوم ہو جاتا تو منافقین بطن نخلہ جا کر اس سریہ کی آمد کی اطلاع پہلے ہی کر دیتے کہ تمہاری تلاش میں سریہ آرہا ہے اور وہ لوگ چوکنا ہو کر مقابلہ کی تیاری شروع کر دیتے حالانکہ اس حضرات کو صرف تحقیق کرنی مقصود تھی لڑنا مقصود نہیں تھا، الغرض عبد اللہ بن جحش نے وہ خط جا کر سنایا تو ان لوگوں نے اس کو مانا اور اس کا اعتبار کیا اس سے پتہ چلا کہ کتاب اہل العلم بالعلم صحیح اور معتبر ہے"[42]۔

مثال 20: کتاب الاستسقاء کے شروع میں اس کے سبب، ابتداء، حکم اور وقت وغیرہ پر تاریخی حوالے سے تفصیلی گفتگو کی ہے[43]۔

مثال 21: کتاب صلاۃ الکسوف کے آغاز میں صلاۃ الکسوف کی لغوی معنی، اہل ھیئۃ کے بعض اقوال پر رد اور اس کی حکمت پر کلام کرنے کے بعد اس کے مندرجہ ذیل تاریخی پہلوؤں پر تفصیلی کلام کیا ہے:

- آپ ﷺ کے زمانے میں کسوف کی تاریخ
- آپ ﷺ کے زمانے میں کسوف کتنی دفعہ ہوا ہے؟
- یہ کسی تاریخ معین کو ہوتا ہے یا نہیں
- خسوف قمر کی تاریخ
- فقہی اختلافات

خاتمہ:

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ شیخ زکریا صاحبؒ جہاں ایک عظیم محدث، مفسر اور صوفی تھے وہاں تاریخ کے میدان کے شہسواروں میں سے بھی تھے۔

---

[42]۔ تقریر بخاری، 2/11، لامع الدراری 2/14، 13

[43]۔ تفصیل کیلئے دیکھئے اوجز المسالک 4/121 تا 143